عیسائیوں کا توحید سے تثلیث نکالنی میں پولوسی مکر و اجترا

اور

توریت و انجیل و قرآن پر کذب و افترا۔

عیسائیوں کے مقدس **پولوس** کا یہ قول ہے کہ میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا شریعت والوں میں شریعت والا۔ بے شریعت لوگوں میں* بے شریعت سا۔ میں سبھوں کیواسطے سب کچھ بنا۔ (قرنتیون ۹/۲۰) اور بھی اس کا **عمل** ہے جسکی خبر وہ یوں بھی دیتا ہے کہ مسیح کی خبر دیجاتی ہے خواہ سچائی سے خواہ مکاری سے (فلپیون ۱/۱۸) اسی **قول و عمل** کے مطابق اکثر عیسائیوں کا جو اس مذہب کی اشاعت بذریعہ تحریر و تقریر و منادی و مباحثہ کرتے ہیں عمل ہے ہندوؤں کو بہکانے کے لئے وہ لوگ ہندوؤں کا سا لباس پہنکر ہندوؤں کے سے پیتل کے برتن ہاتھ میں لیکر ہندی بھاشا بولکر ہندو بنجاتے اور ہندوؤں کو عیسائی بناتے ہیں جاہل مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے وہ قرآن مجید ہاتھ میں لیکر آیات قرآنی کا مطلب بگاڑ کر انکو سناتے اور بہکاتے اور عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔ انہی دنوں ایک مضمون بہ عنوان **"تالوث مقدس کی توحید"** نولکشور پریس لاہور میں چھاپ کر انہوں نے شائع کیا ہے اور وہ برخوردار خان ال ہرجن چمبہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اسکی کاپی مشن بٹالہ کے ایک پادری پارس ناتھ صاحب نے خاکسار کے پاس بھیجی ہے۔ اور یہ سفارش کی کہ اور مولویصاحبان کو بھی یہ کاپی دکھائی جاوے۔ اس مضمون میں وہی پولوسی مکر عمل میں لایا گیا ہے کہ قرآن مجید

* اس قول کے بعد وہ ان بریکٹ (روحانی خطوط، میں کہتا ہے ہر چند میں خدا کے نزدیک بے شریعت نہیں ہوں بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا۔ مگر یہ قول بھی اس کی مکاری سے خالی نہیں ہے مسیح کی شریعت اسکے نزدیک وہ ہوگی جو شریعت توریت کے مخالف ہو جس پر آج تمام عیسائیوں کا شریعت توریت کے برخلاف عمل ہے۔

کی سورہ نور کی چند آیات اور انکا ترجمہ نقل کیا ہے جنمیں خدا تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہا گیا ہے پھر اسکے نور کی تشبیہ ایک چراغ سے دی ہے جو ایک موتی کے سے صفا شیشے میں ہو اور وہ چراغ یا شیشہ ایک طاق میں ہو۔ اور وہ چراغ ایسے تیل زیتون سے روشن کیا گیا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ وسطی اور ایسا صاف اور قابل چمک ہو کہ اگر اسکو آگ نہ چھوئے تو بھی قریب ہے کہ وہ خود بخود چمک اُٹھے۔ پھر اس کی متصل ہی کہا ہے۔

(۲) عام قاعدہ ہے کہ چراغ تب روشنی دیتا ہے کہ جب اُس کا تیل آگ سے جلے۔ مگر قرآن کی اس مثال میں بتایا گیا ہے کہ اللہ جو نور ہے وہ لاثانی اور بذاتِ خود قایم ہے اور چراغوں کی طرح کسی وسیلہ کا محتاج نہیں۔ زیتون کا تیل صرف اسکا مظہر ہے جیسا کہ مسیح کی وقت جسم ہماری نور کا مظہر تھی۔

(۳) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے کہ خدا کس معنی میں نور ہے؟ محمدی مفسروں کو ابھی تک اس کا پتہ ہی نہیں لگا۔ وہ اپنی عقل کے موافق مختلف معنی لگاتے ہیں۔ (دیکھو تفسیر حسینی)، مگر امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو۔ اور وہ دوسری چیزوں کے ظاہر کرنیوالی ہو تفسیر حسینی والا کہتا ہے۔ کہ محققین کے نزدیک نورِ حقیقی خدا تعالیٰ ہی کی ہستی ہے کہ سب موجودات اسکے سبب سے ظاہر ہیں۔ اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔

(۴) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے اس مثال سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات نور ہے اور وہ بذات خود قایم ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے۔ نور کا ایک حصہ شیشے کی چمنی کے جوف کے اندر ہے۔ دوسرا حصہ چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تیسرا حصہ چمنی کے باہر۔ تاہم یہ تین نور نہیں اور نہ ہی ایک نور کے ایسے حصے ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں۔ یا ہو سکیں ذات کے واحد ہونیکے سبب ایک نور دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑا چھوٹا نہیں ایک تین میں اور تین میں ایک ہے۔

(۵) اگر کوئی انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی حاصل کر کے قرآن کی اس مثال کو پڑھے تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مقدس اتھانیسن کا عقیدہ لفظاً لفظاً اس مثال پر ٹھیک بیٹھتا ہے چمنی کے جوف کے اندر والے کا نام باپ رکھدیں۔ باپ کسی سے مصنوع ہے نہ مخلوق نہ مولود۔ چمنی کے اندر والے نور کا نام رکھدیں بیٹا (بیٹا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع و نہ مخلوق بلکہ مولود۔ سچے خدا سے سچا خدا۔ نور سے نور۔ فٹ نوٹ پدر نور پسر نور لسیت مشہور ازینجا فہم کن نورٌ علی نور (تفسیر حسینی)، چمنی کے باہر والی نور کا نام رکھدیں روح القدس جو باپ اور بیٹے سے ہے۔ نہ مصنوع مخلوق نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے۔

(۶) خدا کی مثل تو دوسرا خدا ہی نہیں اسکے واسطے صرف مثالیں ہیں قرآن نے ایک مثال دی جو ہر کسی سمجھ میں اسکا مطلب آیا۔ ہمنے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا ذات الٰہی میں بھید اس مثال سے روشن کر دیا۔ مثال میں شیر خان کی دم نہیں ہوتی طالب الحق محمدی اس مثال میں بہ نظر انصاف دیکھیں کہ تین میں ایک اور ایک میں تین ممکن ہیں عقل کی برخلاف نہیں

ان پانچوں (۲ سے ۶ تک) **فقرات** میں جنپر ہمنے از خود نمبر لگا دیئے ہیں جو حضرات عیسائیوں نے پولوسی مکر اور قرآن اور تورات و انجیل پر اور علماء اسلام پر افترا کئے ہیں وہ واقف حال اہل علم پر مخفی نہیں۔ ناواقفوں کی آگاہی کیواسطے ہم ان مکروں و افتراؤں کی تفصیل و تشریح کرتے ہیں

فقرہ نمبر ۲ میں قرآن اور تورات پر انہوں نے یہ افترا کیا ہے کہ زیتون کا تیل یا مد جھاڑی جو خدا تعالے کے جو نور ہے۔ اور بذات خود قایم ہے مظہر ہیں قرآن مجید میں زیتون کو ذات خداوندی کا مظہر نہیں ٹھیرایا۔ اور نہ تورات نے جھاڑی کو مظہر ذات خدا کہا ہے۔ بلکہ **تورات** میں اس آگ کو جو جھاڑی میں نظر آئی تھی ایک فرشتہ کا مظہر قرار دیا ہے۔ چنانچہ خروج باب تین میں ہے اور موسیٰ اپنے سوسر یترو کے جو مدیان کا کاہن تھا گلے کی نگہبانی کرتا تھا تب اُسنے گلے کو بیابان کی ایک طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا (۲) اس وقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے

میں آگ کے شعلے میں اس پر ظاہر ہوا۔

اور قرآن نے تیل و چراغ کو کسی کا بھی مظہر نہیں بتایا۔ بلکہ خدا کے اس نور کو جو آنحضرت صلعم میں یا اور رسولوں اور عارفوں کے دل میں پایا جاتا ہے (جس کا بیان تفسیر حسینی کے مضمون آئندہ میں آتا ہے) نہ اس نور کو جس کا اطلاق اس کی ذات پر ہوا ہے۔ وہ بذات خود قائم ہے۔ اور اس کا قیام کسی اور ذات سے نہیں ہے۔ چراغ والے نور کی مَثَل بفتح میم و مشابہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بات ہر عقلمند جانتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں متغایر بالذات اور فی الوجود ہوتے ہیں۔ شیر اور ہے جو ایک حیوان درندہ ہے۔ اور زید ایک بہادر جو اسکے مشابہ آدمی ہے جیسے انسان ہے نہ یہ اس کا مظہر ذات ہے نہ وہ اسکا مظہر ذات۔ پھر راقم مضمون کا یہ کہنا کہ قرآن میں زیتون کی تیل کو اس نور کا (جو بذات خود قائم ہے) مظہر بتایا ہے محض دروغ اور قرآن پر افترا نہیں تو اور کیا ہے؟ فقرہ نمبر ۳ میں انہوں نے مفسرین اور علماء اسلام پر افترا کیا ہے۔ کہ انکو پتہ نہیں لگا۔ کہ خدا کس معنی میں نور ہے اور پھر حکم دروغ گو را حافظہ نباشد۔ امام غزالی اور مولف تفسیر حسینی سے ان معنی کا پتہ لگ جانا ہی نقل کیا ہے امام غزالی سے یہ نقل کیا ہے کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرنیوالی ہو۔ اور تفسیر حسینی سے یہ نقل کیا ہے کہ محققین کے نزدیک نور حقیقی خدا تعالیٰ کی ہستی ہے کہ سب موجود ذات اسکے سبب سے ظاہر ہیں اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔ ان دونوں تفسیروں کو حضرات عیسائیوں نے باہم متخالف سمجھکر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان مفسرین کو اس نور کا پتہ نہیں لگا اسلیئے وہ اس نور کی تفسیر میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت ان دونوں تفسیروں کا مآل ایک ہے۔ اور انمیں کسی قسم کی مخالفت نہیں ایسی ہی جسقدر نور کی تفسیریں مفسرین نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب باہم متوافق ہیں اور سب کی سب خدا کی ذات پر اس چراغ والی تشبیہ پر چسپاں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر ایک سے قرآن مجید کا اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں کمال ثابت ہوتا ہے اور وہ تفسیریں اس بیت عربی کا مصداق ہیں ؎

عباراتنا شتّٰی وحسنک واحدٌ ۔ وکلٌّ الیٰ ذاک الجمال یشیرُ

یعنی ہماری بیانات جن سے ہم تیرے حُسن کی تعریف کرتے ہیں گو مختلف پیرایوں میں ہیں مگر وہ سب کی سب ایک ہی جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں

اس مقام میں ان سب تفسیروں کو جنمیں وہ دو تفسیریں منقولہ ان حضرات کی بھی شامل ہیں بیان کر کے ہم ثابت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اور اس چراغ والی مثال پر وہ سب تفسیریں بلا مزاحمت صادق آتی ہیں پس واضح ہو کہ اس آیتہ میں لفظ نور کا اطلاق دو جگہ ہوا ہے - ایک جگہ تو ذات خدا تعالیٰ پر ہوا ہے جہاں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے دوسری جگہ اس چیز پر جو خدا کی طرف مضاف ہے۔ اور اس سے مغایر نہ عین ذات خدا تعالیٰ جیسے کہا جاتا ہے غلام زید کا۔ تو غلام کو کوئی شخص عین ذات زید نہیں سمجھتا پہلے لفظ کی تفسیر میں جس کا اطلاق خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوا ہے مفسرین کے چار اقوال ہیں جو تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر امام غزالی اور تفسیر معالم و تفسیر حسینی وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں۔ **قول اول** وہی جو ان حضرات نے امام غزالی و تفسیر حسینی سے دو مختلف قول سمجھکر نقل کیے ہیں۔ اور در حقیقت وہ ایک قول ہے کہ خدا تعالیٰ بذات خود موجود اور ظاہر ہے۔ اور اپنے سوا سب چیزوں کا موجد اور ظاہر کرنیوالا ہے نور بذات خود ظاہر ہوتا ہے - اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے ظہور اصل کا وجود ہے جیسا کہ خفا کا اصل عدم ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ بذات خود موجود ہے اور دوسری اشیا کو عدم سے وجود میں لانیوالا اس لئے اس پر اس معنی سے نور کا اطلاق ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ خدا تعالیٰ کا ظاہر ہونا بنظر اسکے آثار و افعال کے ہے جنپر وجود مخلوقات شاہد ہے۔ و معہذا وہ بنظر کنہہ و حقیقت باطن ہے جسکو کوئی مخلوق جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ مخلوق کی جسمانی آنکھیں اسکو نہیں پاتیں وہ سب آنکھوں اور انکی بصارت کو دیکھتا ہے وہ باریک بین اور خبردار ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ وہ ہادی۔ آسمانوں اور زمین میں جسقدر ہدایات ظاہری باطنی اور ادراکات جزئیہ کلیہ حسیہ و عقلیہ پائی جاتی ہیں وہ سب سب ابتداءً بلا واسطہ اور وجود ملائکہ و انبیاء کے بعد بالواسطہ خدا تعالیٰ کے فیض سے ہیں لہذا اسی

معنی کر اسکا نور ہونا ہی صحیح ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ حاکم عادل کو عدل اور ایک رحیم کو رحم کہنا جاتا ہے۔ **تیسرا قول** یہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انمیں ہے ناظم و مدبر ہے اس معنی سے شہر کے حاکم و رئیس کو نور کہتے ہیں۔ چنانچہ جریر شاعر مشہور نے اپنے ممدوح کو کہا ہی ؎

أَنتَ لَنَا نُورٌ وَغَيثٌ وَعِصمَةٌ

یعنی تو ہمارے لئے نور ہے اور باران رحمت اور عصمت ہے ایک اور شاعر اپنی ممدوح کی تعریف میں کہتا ہی ؎

إِذَا صَارَ عَبدُ اللّٰهِ مِن مَروِ لَيلَةً ﷺ فَقَد سَارَ مِنهَا نُورُهَا وَجَمَالُهَا

از انجا کہ آسمان اور زمین کا سارا انتظام و تدبیر خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے لہذا اس معنی سے بھی اسپر اطلاق نور صحیح ہوا۔ **چوتھا قول** یہ کہ وہ آسمان و زمین کو ظاہری و باطنی انوار سے منور کرنیوالا ہی آسمان میں سورج چاند۔ ستارہ وغیرہ پیدا کر کے۔ اور زمین کو انبیاء اور صالح علماء و عقلاء کی وجود سے اُسنے منور کیا ہی۔ ان چار اقوال کو جو لفظ نور کی تفسیر میں وارد ہیں انصاف اور غور سے ملاحظہ کرنیوالا یقین کریگا۔ کہ انمیں باہم کوئی مخالفت نہیں جس معنی (موجد یا ہادی یا مدبر یا منوّر) سے خدا تعالیٰ پر نور کا لفظ بولا جاوے۔ اسی معنیٰ سے اسکا نور ہونا صحیح ہے۔ **اب رہا وہ نور** جسکو خدا تعالےٰ کیطرف مضاف کیا ہے اور اسکو چراغ والی نور کی مثل قرار دیا ہی۔ اور اس سے ذات خدا تعالےٰ ہرگز مراد نہیں ہوسکتی ہی بلکہ کوئی اور چیز مراد ہے جو اس محدود نور سے جو چراغ میں ہے مشابہت رکھتی ہے **اس میں** بھی مفسرین کے متعدد **اقوال** ہیں جو آپسمیں سب کے سب متفق ہوسکتی ہیں اور ایک دوسرے کا مخالف نہیں وہ اقوال اکثر تفاسیر (تفسیر کبیر تفسیر معالم تفسیر بیضاوی و تفسیر حسینی وغیرہا) میں منقول ہیں مگر چونکہ حضرات عیسائیوں نے اپنے مضمون میں تفسیر حسینی کا حوالہ دیکر اس مثال قرآنی سے حضرت مسیح کا بیٹا ہونا اور خدا تعالیٰ کا باپ ہونا مدعا قرآن قرار دیا ہے۔ لہذا ہم اسی تفسیر سے وہ اقوال نقل کر کے ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ تفسیر حسینی میں جو متعدد اقوال دوسرے نور کی تفسیر میں نقل کئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور ان جملہ کسی قول میں خدا کو باپ اور مسیح کو بیٹا نہیں کہا گیا یہ عیسائیوں کا قرآن پر اور تفسیر پر محض افترا اور دروغ بے فروغ ہے اور کذب ہے تفسیر حسینی میں کہا ہی کہ اس آیتہ

وگفته اند آں نور نورِ معرفت اسرار الٰہی ست یعنی چراغ معرفت از زجاجہ دل عارف و مشکوٰۃ سینہ او افروختہ است از بابرکت زیتونہ تلقین شجرہ وجود مبارک محمدی کہ نہ شرقی ست و نہ غربی بلکہ مکی ست و مکہ ناف عالم ست واز فرا گرفتن عارف آں اسرار را از تعلیم سید ابرار سرِ نورٌ علیٰ نور معلوم تواں کرد قول آنست کہ آں نور قرآن ست و قلب مومن زجاجہ و زبان او مشکوٰۃ و قرآن مصباح و شجرہ وجود حق تعالیٰ۔ کہ نہ مخلوق ست و نہ بمخلوق نزدیک ست کہ ہنوز قرآن ناخواندہ دلائل حجج او بر بیگانہا واضح شود پس چوں قرأت بداں کند نورٌ علیٰ نور شود در روح الارواح آوردہ کہ آں نور محمدی ست مشکوٰۃ آدم باشد و زجاجہ نوحؑ و زیتونہ ابراہیمؑ کہ نہ بیہودیست مائل ست چہ یہود غرب را قبلہ ساختہ اند۔ و نہ بنصرانیت چہ نصاریٰ روی بمشرق آوردہ اند مصباح پیغمبر علیہ السلام یا مشکوٰۃ ابراہیم ست و زجاجہ اسمٰعیلؑ و مصباح حضرت رسالت پناہ علیہ السلام و شجرہ نبوت کہ نہ کذب ست و نہ ہزل یا مشکوٰۃ مشروحہ

میں نور سے مراد معرفت اسرار الٰہی ہے۔ یعنی چراغ معرفت اور شیشہ سے مراد عارف کا دل اور طاق سے مراد اسکا سینہ وہ چراغ اس بابرکت زیتون سے روشن ہوا ہے جس سے تلقین وجود مبارک حضرت محمد صلعم مراد ہے جو نہ شرقی تھی نہ غربی بلکہ مکی تھی۔ اور مکہ عالم کی ناف ہے ان اسرار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سمجھنے سے عارف کو دلبر نورٌ علیٰ نور کا بھید ظاہر ہوجاتا ہے۔

(۲) نور سے اور چراغ قرآن مراد ہے اور مومن کا دل شیشہ ہے اسکی زبان طاق ہے اور شجرہ زیتون سے مراد وجود حق تعالیٰ ہے جو نہ مخلوق ہے نہ مخلوق کے سامنے انکی نظر میں ہے جسکے دلائل عقلی و آثار مومن پر قرآن پڑھنے کے پہلے واضح ہوتے ہیں۔ اور جب وہ قرآن پڑھ لیتا ہے تو وہ اور بھی کھلتے ہیں اور نورٌ علیٰ نور ہوجاتا ہے۔

(۳) نور چراغ سے مراد محمد صلعم ہیں مشکوٰۃ سے مراد آدم علیہ السلام شیشہ سے مراد حضرت نوحؑ سے زیتون سے مراد حضرت ابراہیمؑ جو نہ یہودی تھے۔ جو مغرب کو قبلہ بنائے ہوئے تھے۔ نہ نصرانی جو شرق کیطرف منہ کرتے تھے۔

(۴) یا طاق سے مراد حضرت ابراہیمؑ ہیں شیشہ سے

آنحضرت علیہ السلام و زجاجہ دل صافی مظہر است او و مصباح علم کامل او و شجرہ خلق شامل بود۔ کہ نہ در جانب غلو و افراط ست و نہ در جانب تقصیر و تفریط بلکہ بطریق اعلی اعتدال کہ خَیرُ الاُمُورِ اَوسَطُہَا۔ و صراط سوی عبارت از آنست و در عین المعانی فرمودہ۔ کہ نور محبت حبیب یا نور خلت خلیل نورٌ علیٰ نور ست ؎

پدر نور و پسر نور یست مشہور
ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نور

(تفسیر حسینی)

مراد حضرت اسمٰعیل اور چراغ سے مراد حضرت محمد صلعم اور شجرۂ زیتون سے مراد آنحضرت صلیلعم کا سینہ ہے جو فراخ کیا گیا۔ اور شیشہ سے مراد آپ کا دل مصفیٰ اور چراغ سے مراد آپکا علم کامل اور زیتون سے مراد آپکا حلم اور صبح جسمیں نہ غلو و زیادتی ہے نہ تقصیر و کمی بلکہ کمال اعتدال مصداق خیر الامور اوسطہا (۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور محبت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نور خلت سے بلکہ نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہے۔ جیسے یہ بیت صادق آتا ہی ؎

پدر نور و پسر نور یست مشہور
(حضرت ابراہیم) (حضرت محمد)
ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نور ۱۲

اس نور تمثیل والی میں جسقدر اقوال بیان ہوئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور ہر ایک معنی نور کے اس تمثیل میں مراد خداوندی ہو سکتے ہیں اس بیان تفسیر حسینی کے جیسا کہ فقرہ دوم مضمون میں ان حضرت کا افترا ہونا ثابت ہوتا ہے ویسا ہی انکی فقرہ پنجم کا محض دروغ ہونا اور اسمیں قرآن اور مؤلف تفسیر حسینی پر افترا کرنا ثابت ہوتا ہے جس کا مفصل بیان آئندہ ہوگا۔

فقرہ چہارم میں قرآن پر یہ افترا کیا ہے کہ اسکی تمثال میں تثلیث فی التوحید و توحید فی التثلیث موجود ہے۔ اور پھر اسکی تفصیل چراغ کے نور کے تین حصوں سے کی ہے۔ اہل عقل و انصاف ادنی توجہ سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس تثلیث کا قرآن کی تمثال میں نام و نشان و اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ ان ہی حضرات نے خود اس کو گھڑا ہے اور قرآن پر تھوپ دیا۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ واقعہ میں اس نور کے جو چمنی میں ہے تین حصے ہو سکتے ہیں اور جب قرآن نے اس تمثال میں اپنے نور کو بیان کیا۔ تو گویا ان تین حصص واقعیہ کو وجود کو مان لیا تو اس کا ابطال

یہ ہے کہ مَثل بفتح میم یا مثال میں ایک تشبیہ ہوتی ہے اور تشبیہ صرف بعض خواص میں ہوتی ہے۔
نہ جملہ صفات و حالات واقعیہ میں۔ شیر خان نامی انسان میں جسکو تشبیہاً شیر کہا جاتا ہے
دم کا ہونا ان حضرات نے فقرہ ششم میں حق و ہاں لیا ہوا ہے۔ لہذا ضروری نہیں کہ جو خواص واقعیہ چمنی کی نور
کے ہو سکتے ہیں۔ وہ قرآن کی مراد یا مسلمہ ہوں یہ بات ہم پہلے جتا چکے ہیں کہ اس آیت
میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کی جو نور ہے اور بذات خود قائم ہے چمنی والے نور سے تشبیہ
نہیں دی بلکہ اس نور کی جو اسکے خواص بندوں (آنحضرت صلعم یا اور مومن عارف انبیا و صلحا)
میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ اسکا عطیہ ہے اور اسکا ظل ہے تشبیہ دی ہے لہذا جو حالات اس مثال میں
پائے جاتے ہیں وہ واقعی بھی ہوں تو ذات خدا تعالیٰ کیطرف رجوع نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ اگر مراد
خداوندی ہونگے تو اس نور کیطرف رجوع کرینگے جس نور کو اس چمنی کی نور سے تشبیہ دی گئی ہے
مگر اس فرق بیان کو سمجھنے کیلئے عیسائی عقل و فہم کافی نہیں مشکوٰۃ نبوت محمدیہ کی چراغ
سے نور کا فائض ہونا اسکے فہم کیلئے لازمی شرط ہے۔ اور علوم شرقی منطق ذہنی اور علم
معانی میں کافی نظر ہونا ضروری ہے اُنکی فہمائش کیلئے ہمارا وہی سابق قول کافی ہے
کہ جو تثلیث تمنے گھڑی ہے مثال قرآنی میں اس کا ذکر و بیان نہیں ہے اور نہ وہ مراد خداوندی
ہو سکتی ہے۔ تم سچے ہو تو بتاؤ کہ اس مثال کے کس لفظ سے تمنے یہ تثلیث نکالی ہے؟
پانچویں فقرہ میں ایک تو انکا افترا قرآن مجید پر ہے۔ کہ اسکی مثال سے ثابت ہوتا ہے
کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے اور اسکا افترا ہونا ظاہر
ہے مثال مذکور میں باپ بیٹے روح القدس کا ذکر یا بیان یا اشارہ تک پایا نہیں جاتا جس کا
بیان اظہار افترا فقرہ چہارم میں گذرا۔ دوسرا افترا اُنکا تفسیر حسینی پر کہ جو انہی شعر مذکور فقرہ
پنجم میں خدا کا باپ ہونا اور مسیح کا بیٹا ہونا مان کر انکو نور علیٰ نور کہا ہے اسکا افترا ہونا
ناظرین اصل عبارت تفسیر حسینی پر جو منقول ہوئی مخفی نہ رہیگا۔ اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو
باپ اور مسیح کو اسکا بیٹا قرار دیکر نور علیٰ نور نہیں کہا۔ بلکہ ابراہیم ع کو باپ و حضرت محمد صلی اللہ کو

ان کا بیٹا سمجھکر نورٌ علی نور کہلاتے ہے۔ تیسرا افترا خدا تعالیٰ پر یہ کہ وہ مسیح کا باپ ہے چوتھا افترا خدا پر یہ کہ مسیح اس کا بیٹا اور اس سے مولود ہے پانچواں افترا خدا تعالیٰ پر یہ کہ روح القدس اس سے صادر ہے اور معہذا وہ روح خدا ہے یا خدا کے برابر نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے نہ پیچھے بلکہ خدائی کمیٹی میں تین ممبروں سے ایک تیسرا ممبر "ون آف تھری ایکل گاڈز"۔ ان آخری تین افتراؤں کا افترا ہونا ان تینوں کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اور عقل جسکی سبب انسان مکلف بایمان ہے، اسپر گواہ ہے باپ اور بیٹے میں تقابل تضایف پایا جاتا ہے ایسا ہی صادر اور محل صدور میں جو فاعل ہے۔ تقابل ہی۔ لہذا بحکم عقل ممکن نہیں بلکہ محال ہی کہ دو متقابل ایک شی ہو جیسا کہ ناممکن و محال ہی کہ عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی اعتقاد تثلیث کی تاریکی سے عیسائیوں کی جو معتقد تثلیث ہیں عقل میں فتور آگیا ہے لہذا وہ ایسی اجلی اور بدیہی بات کو سمجھ نہیں سکتے جسکو معمولی عقل کی منطق دان سمجھ سکتے ہیں

چھٹا افترا انجیل پر کہ تثلیث کا عقیدہ (جو اتنا نیسس کا عقیدہ کہلاتا چلا آتا ہے) انجیلی تعلیم ہے۔ اور اسپر انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی پڑتی ہے اس افترا کے ثبوت کیلئے محمدیوں کو از خود لکھنے کی کچھ حاجت و ضرورت نہیں۔ بلکہ بحکم کفی اللہ المومنین القتال یعنی خدا تعالیٰ مومنین کی طرف سے لڑائی کو خود کافی ہو گیا ہے۔ خود بعض فرقہ عیسائیوں یونی ٹیرین (موحدین عیسائیوں) سے اس دعویٰ کا افترا ہونا تاریخی شہادت اور انجیلوں کے بیان سے ثابت کر دیا ہوا ہے۔ اس مقام میں ان ہی کی عبارات کا نقل کر دینا کافی ہے۔ اس بیان کی ذمہ دار وہی ہیں۔

ڈاکٹر احمد شاہ جو بظاہر مولف اُمہات المومنین ہیں اپنی کتاب ماخذ التثلیث میں پہلے یہ بیان کر کے کہ عقیدہ تثلیث رومی اور ہندوستانی و تبتی وغیرہ بت پرست قوموں سے اخذ کیا گیا ہے اور اسپر بڑے بڑے مشہور عیسائی مصنفوں کے اقوال و عبارات بطور

شہادت پیش کر کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں (۱) یہانپر مختصر تواریخ توحیدی عیسویت کے غیر مروج اور تثلیثی عیسویت کے مروج ہوجانیکی عرض کی جاتی ہے مسٹر اکبر مسیح کے رسالہ تنقیح تائید التنقیح سے ثابت ہوگیا کہ تثلیث کو عیسائیوں کے صحف ایمانیہ یعنی انجیل جلیل سے کوئی مدد نہیں ملتی - اور اس سوال کا جواب کہ یہ مسئلہ تثلیث عیسائیوں میں کہاں سے آگیا اس مختصر ترجمہ سے دیا گیا - ان دونوں امروں کی مناسبت سے ظنہ مابین کی تاریخ بخوبی دکھلاتی ہے -

عیسائیوں کے درمیان فی الحال **۴ عقائد** مروج ہیں **تین** تو پراٹسٹنٹ و رومن کیتھلک دونوں کے متفق علیہ ہیں **چوتھا** صرف رومن کلیسیا کا عقیدہ ہے جسمیں پراٹسٹنٹ لوگونکی تعلیم سے خاص طور پر مخالفت کیگئی ہے ان چارونکی (عقیدوں) کی نسبت میں رومن کیتھلک لوگونکی مستند کتاب Manual of Christian Doctrine
(مینول آف کرسچن ڈاکٹرائن)
حصہ اول باب ہفتم سے نقل کرتا ہوں -

(۱) سب سے پرانا خلاصہ تعلیمات کلیسیا کا جامع وہ ہے جو رسولوں کے عقیدے کے نام سے مشہور ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولوں نے انجیل کی منادی کیواسطے دنیا کے مختلف حصوں میں جدا ہو کر جانیکے قبل اس عقیدے کو تصنیف کیا - جو انکے نام سے معروف ہوا - اسطور سے مومنین کی تعلیم میں آسانی ہوئی - ایمان کی تمام جہان میں یکسانی بہت فصاحت سے ظاہر ہوئی - ہمارے خداوند کے شاگرد اسی ایمان کے اظہار سے بدعتیوں پر ممتاز ہوئے - اور سادہ و نادان لوگونکا ایمان بھی خالص ہو کر محفوظ رہا - بعضوں کا گمان ہے - کہ مقدس پولوس تمطاؤس کو تاکید کرنے میں اسی رسولی عقیدے کیطرف اشارہ کرتے ہیں " ان صحیح باتونکو جو تو نے مجھ سے سنیں ایمان اور محبت کے ساتھ جو یسوع مسیح میں ہے نمونہ بنا رکھ ۲ تمط ۱/۱۳ اور مقدس ایرینس جسکا استاد مقدس پولیکارپ مقدس یوحنا کا شاگرد تھا - اس رسولوں کے عقیدے کی نسبت یوں فرماتا ہے کہ " کلیسیا نے جو تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اس ایمان کو جو ایک خدائے قادر مطلق باپ پر الخ ہے رسولوں سے اور انکے شاگردوں سے پایا ہے -

جب بدعتیں پیدا ہوگئیں جو گو رسولی عقیدے کے الفاظ کو قبول کرتے ہیں تاہم اسکی ایمانی صداقتوں سے منکر ہیں تو ضرور ہوا کہ کوئی خلاصہ تعلیمات کلیسیا مرتب کیا جاوے جو صاف اور غیر مشتبہ زبان کیساتھ ان عقائد پر مشتمل ہو جو متنازعہ ہوگئی تھی پس جب ایرئیس نے اپنی بدعت پھیلانا شروع کی۔ اور یسوع مسیح کی خدائی کا انکار کیا۔ تو ۳۲۵ سنہ ع میں ایک کونسل عامہ بمقام نائس منعقد ہوئی جسمیں ایرئیس ملزم ٹھیرایا گیا۔ اور وہ عقیدہ تصنیف ہوا۔ جو اسوقت سے عقیدہ نائس کہلاتا ہے۔

بعد اس کے کہ یسوع مسیح کی الوہیت اور اسکے باپ کے ساتھ ہمذات ہونیکا مسئلہ کونسل نائس میں طے ہوگیا۔ ایک دوسری کونسل عامہ ۳۸۱ سنہ ع میں قسطنطنیہ اس غرض سے منعقد ہوئی۔ کہ روح القدس کی الوہیت سے ڈومیوں اور یونومیوں کی بدعت کے خلاف قرار دے۔ اس کونسل میں چند توضیحی الفاظ عقیدہ نائس میں داخل کئے گئے۔ اور بعد ان الفاظ کے "میں اعتقاد رکھتا ہوں روح پر" یہ اضافہ ہوا "جو خداوند اور زندگی کا بخشنے والا ہے جو باپ سے نکلتا ہے الخ" بوجہ ملحقات جو اس موقعہ پر کئے گئے عقیدہ نائس مع ملحقات کے بعض اوقات عقیدہ قسطنطنیہ کہلاتا ہے۔ بالآخر انہیں وجوہ نے جنکی بدولت یہ الحاق و تشریح ضروری سمجھی گئی کلیسیا کو چند مزید الحاقات کرنے پر راغب کیا جنمیں سے بہت اہم وہ ہے جو روح القدس کے باپ اور بیٹے سے مستخرج ہونیکی بابت ہے۔

۳۔ عقیدہ اتھاناسیس ایک دوسرا خلاصہ ایمان ہے جسکو عالمگیر کلیسیا نے قبول کر لیا ہے۔۔۔ مستند عالم آلبن بٹیلر کی رائے ہے کہ وہ پانچویں صدی میں زبان لاطینی میں تالیف ہوا۔

۴۔ ان بڑے ایمان کے خلاصوں میں جو تمام کلیسیا میں عام طور سے جاری ہیں۔ سب سے پچھلا وہ ہے جو عقیدہ پوپ پائس چہارم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عقیدہ فوراً کونسل ٹرینٹ کے بعد میں مرتب ہوا جسمیں لفظ بلفظ عقائد نائس و قسطنطنیہ کا اعادہ ہوا ہے اور جسکی بعد ان خاص الخاص مسائل ایمانی کی تفصیل آئی ہے جنکی مقدس کونسل ٹرینٹ نے مصلحین کے اغلاط کی رد میں تشریح کی۔

پس کلیسا کا ایمان ہمیشہ واحد و یکساں نہے خواہ اسکا اظہار مختصر خلاصہ رسولی عقیدہ سے کیا جاوے خواہ زیادہ کامل و واضح عقیدہ پوپ پائس کے کیا جاوے" مگر ہم کھلاتے ہیں یہ عقیدے واحد ہیں۔ اور نہ یکساں انمیں مناسبت مجمل و مفصل کی نہیں ہے۔ بلکہ بالبدایت ایک دوسرے کے مبطل ہیں چنانچہ پہلا عقیدہ اپنی اصل میں ان سب عقیدوں سے قدیم ترین ہے۔ یہ عقیدہ رسولی کہلاتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ کے عقائد پر شاہد ہے اسکا بنانیوالا کوئی ایک شخص نہیں نہ کوئی خاص زمانہ اسکی تصنیف کا تعین کیا جاتا ہے رسولی زمانہ سے یہ چلا آیا۔ اور رسولی کہلایا۔ اور ہمیشہ بطور انجیلی ایمان کے نو مریدوں کیواسطے متصور ہوا یہ توحیدی ایمان پر بہت بڑا اور قدیم ترین شاہد ہے اور ہماری طرح پکارتا ہے "میں اعتقاد رکھتا ہوں خدائے قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے"۔ نہ اس میں تثلیث ہے نہ اسمیں تثنیہ نہ اسمیں مسیح کی الوہیت ہے نہ روح القدس کی الوہیت یا شخصیت جب لوگ انجیل سے بہکے اور "خدا قادر مطلق باپ" کی الوہیت سے راضی ہوئے۔ تو انہوں نے اس عقیدہ حقہ کو اپنے ایمان کے لئے کافی نہ سمجھا۔ اور وحدت سے تثنیہ کیطرف رجوع ہوئے۔ کونسل نائیس ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی۔ اسمیں پہلا حصہ اس عقیدہ کا مرتب ہوا جو اس کونسل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اسمیں نہ خالص وحدت ہے نہ خالص تثلیث بلکہ دو خداؤں کی تعلیم ہے ایک بڑا بزرگ خدا جسکو ایک خدا قادر مطلق باپ آسمان و زمین اور سب دیدنی و نادیدنی چیزوں کا بنانیوالا کہا دوسرا چھوٹا خدا جسکو ایک خداوند جو خدا سے خدا سچے خدا سے سچا خدا۔ مصنوع نہیں بلکہ" مولود کہا۔ "خدا سے خدا" یعنی خدا میں سے خدا نکلا۔ اسلئے اس کو مصنوع نہیں بلکہ" مولود" کہا بہرکیف یہ ایک خدا قادر مطلق باپ سے کمتر ہے اور یہ دو مختلف درجوں کے خداؤں کی تعلیم ہے۔ ایک خدا مقدم دوسرا خدا مؤخر ایک خدا بالذات دوسرا خدا "خدا سے خدا"۔ اخیر فقرہ اس عقیدہ کا صرف یہ تھا۔ "میں روح القدس پر اعتقاد رکھتا ہوں"۔ جس میں نہ تو روح القدس کی الوہیت اور نہ اسکی شخصیت تسلیم کیگئی۔ اب دیکھو ۳۰۰ برس ختم ہونیکو آتے ہیں مگر تثلیث گر ابھی اپنی تثلیت کی تصویر پوری نہیں بنا چکے جب اس نوبت تک پہنچی تو

تو اور بڑھی۔ کونسل نائس میں روح القدس کا مسئلہ طے نہ ہو سکا۔ کیونکہ جیسا ترجمہ میں دکھلایا گیا مصر والے بجائے روح القدس کے کنواری مریم کو لانا چاہتے تھے پس ۵۰ برس کی غور و فکر کے بعد روح القدس کا مسئلہ بھی داخل کیا گیا۔ ۳۸۱ء میں دوسری کونسل قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی اسمیں روح القدس کو خدا خداوند اور زندگی کا بخشنے والا کہہ کے اسکی الوہیت و شخصیت کو قبول کر لیا مگر اب بھی تثلیث پوری نہیں بنی اس عقیدے میں روح القدس کی بابت یوں آیا تھا "جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے۔" اسکی بھی ترمیم فرض تھی۔ چنانچہ ۵۸۹ء میں ملک اسپین میں دوسری کونسل نے اس جملہ کو یوں گڑھا۔ "جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے"۔ مگر تثلیث اب بھی پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ عقائد نائس باوجود ان سب ترمیموں کے "ایک خدا پر جو قادر مطلق باپ ہے" اعتقاد رکھتا ہے اور یسوع مسیح کو اور نیز روح القدس کو صرف "خداوند" کہتا ہے۔ گو ایک کو باپ سے مولود اور دوسرے کو باپ بیٹے سے مستخرج۔ اور یوں تثلیث کا عقیدہ ناقص اور غیر کامل رہا جاتا تھا پس آٹھویں صدی عیسوی میں اصلی تثلیث کا عقیدہ یہ کہتا ہوا کسی زین انجیلی سے برآمد ہوا "عقیدہ جامع یہ ہے کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں" باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ویسا ہی روح القدس ہے۔" باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس خدا تس پر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا"۔ مابعد کے تمام عقائد اسی کے مقروض ہیں۔ اسپر اضافہ ہوتا گیا۔ مگر اسمیں کمی نہیں کی گئی۔ پس پہلی تین صدیوں میں جملہ عقائد "ایک خدا" سے قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے" ہمزبان انجیل کے ایمان رکھواتے تھے اور توحید خالص کیطرف دعوت کرتے تھے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں بجائے خالص وحدت کے ناقص وحدت مروج ہوئی۔ جو ایک خدائے قادر مطلق باپ سے "ایک خداوند" کے مولود ہونیکی قائل ہوئے۔ اور اس مولود کو دوسرے درجہ کا خدا مانا۔ چوتھی صدی کے اواخر ایک تیسرا خدا وضع کیا گیا جسکی شخصیت کی خبر اب تک کسی کو نہ تھی۔ اور جو دوسرے کا ہمسر ہوا مگر نہ مولود ہو کر۔ بلکہ

مستخرج ہو کر پانچویں صدی کے نصف تک اس تیسرے شخص کو تیسرا درجہ دیا گیا۔ اور اسکو پہلے اور دوسرے دونوں سے مستخرج مانا پھر آٹھویں صدی میں پوری تثلیث تین ہمسر برابر شخصوں کی وضع ہوئی جو آجتک کم و بیش رائج ہے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس تثلیث کی بارہ میں تثلیثی ہم ایمان ہیں ہرگز نہیں نہ لفظاً نہ معناً۔ معناً تو اختلاف اس وجہ ہی کہ ہر تثلیثی اپنے ذہن میں ایک نرالی تثلیث سمجھے ہوئے ہے۔ لفظاً ایک بڑا فرق تو یہ ہے کہ یونانی کلیسیا جسکو مشرقی کلیسیا بھی کہتے ہیں روح القدس اقنوم ثالث کو صرف اقنوم اول سے مستخرج مانتے اور اسکے اقنوم ثانی سے مستخرج ہونیکی منکر ہے۔ مگر مغربی کلیسیائیں اسکو اقنوم اول و ثانی دونوں سے مستخرج مانتی ہیں۔ یہ عظیم اختلاف ہے اور اسی پایہ کا ہے۔ کہ کوئی اقنوم ثانی کو بجائے صرف باپ کی روح القدس سے بھی مولود سمجھے یا باپ کو بیٹے سے مولود یا بیٹے اور روح القدس سے مستخرج سمجھے پس شرقیوں کی تثلیث او مغربیوں کی اور دوسری صدی کی نسبت تثلیثی مورخ موشیایم کا یادگار یہ قول ہے کہ "عیسائی مذہب نے اسوقت تک اپنی اصلی حسن و سادگی کو بچا رکھا تھا۔ اور اسکے چند مختصر عقائد تھے۔ اور دین کے معلم سوائے ان تعلیمات کے جو رسولوں کے عقیدے میں سکھائی گئیں کوئی اور تعلیم علانیہ نہ سکھاتے تھے" (دوسری صدی حصہ دوم)

یہ ماخذ التثلیث کا ایک تاریخ ولادت تثلیث کے متعلق بیان ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ عقیدہ اتھانیسیس انجیلی عقیدہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ انجیلی تعلیم ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب میں پانچویں صدی میں ایک بدعت پیدا ہوئی ہے۔ انجیلی تعلیم اس عقیدہ بدعی کے برخلاف خدا تعالٰے کی توحید کا اعتقاد ہے۔ چنانچہ مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے بیان کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح رسالہ تنقیح الوہیت مسیح تثلیث کے صد ۱۵۲ میں لکھتے ہیں۔

باب ہشتم خلاصۂ شہادت انجیل

(۱) انجیل کی ان ۱۳۲۶۔ آیات میں جنمیں خداوند کو آیا ہے ایک آیۃ بھی ایسی نہیں جس میں

کثرت فی الوحدت کا اشارہ ہوا۔ (۲) جن آیات میں باپ کو ایک اور اکیلا خدا کہا ہے وہ شمار میں ۱۷ ہیں۔

(۳) جن آیات میں باپ کو خدا کا لقب مطلقاً باعتبار بزرگی وجلال کے دیا ہے وہ ۳۲۰۰ ہیں۔

(۴) جن آیات میں باپ کو خدا کہا۔ اور ساتھ ہی اس کے مخصوص القاب وخطاب وصفات کا تذکرہ آیا جس طرح بیٹے کا تذکرہ نہیں آیا۔ وہ ۱۰۵ ہیں۔

(۵) جن آیات میں یہ لکھا ہے کہ تمام دعا، وحمد باپ ہی کی خدمت کرنا لازم ہے اور عزت وجلال مطلقاً اسیکو سزاوار ہے۔ وہ ۹۰ ہیں۔

(۶) خداوند مسیح کو ۱۲۰ جگہ بیٹا کہا ہے۔ ....

۵۶ جگہ خدا کا بھیجا ہوا۔ ۶۰ جگہ ابن آدم۔ ۲۷ جگہ آدمی۔ ۹ جگہ نبی اور بہت جگہ خادم کہا ہے

(۷) خدا باپ کو ۶۸ جگہ یسوع مسیح کا باپ کہا ہے اور ۲ جگہ یسوع مسیح کا خدا کہا ہے۔

(۸) جن آیات میں بیٹے کی نسبت صریحاً یا ضمناً کہا گیا کہ وہ باپ سے کمتر اور اپنی ہستی کے لئے خدا کا محتاج ہے اور تمام اختیارات اُسنے خدا سے حاصل کئے ہیں۔ اور سب کچھ وہ خدا کی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ وہ ۳۰۰ ہیں۔

(۹) جن مقامات میں خدا کی نسبت ایسے مخصوص خطاب استعمال کئے گئے جن میں سے ایک بھی مسیح کے حق میں استعمال نہیں کیا گیا وہ ۴۵۰ ہیں۔

شاید تثلیثی عیسائی ان توحیدی عیسائیوں کے جواب میں یہ کہیں۔ کہ یہ لوگ تثلیثی نہیں تو عیسائی ہی نہیں بلکہ بدعتی ہیں۔ انکا قول ہمارے نزدیک لائق التفات نہیں ہے یا یہ کہیں کہ اب یہ لوگ توحیدی نہیں رہے تثلیثی لوگ ہیں۔ اور انکے اعتقاد بدل گئے ہیں چنانچہ مسٹر اکبر مسیح کی نسبت بٹالہ کے ایک عیسائی ڈاکٹر عنایت اللہ نے کہا تھا۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر وہ عیسائی نہیں تو جن لوگوں کے اقوال وہ اپنے بیان کی تائید میں لاتے ہیں وہ تو مسلم عیسائی ہیں۔ اگر انکے اعتقادات اب بدل گئے ہیں تو انکے دلائل وردہ تاریخیں کتابیں تو نہیں بدلیں۔ لہذا انکے اقوال کی تسلیم یا جواب انکے ذمہ لازم ہے اور جب تک وہ اسکا جواب نہ دیں ان کو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ تعلیم انجیلی تعلیم نہیں۔ بلکہ پانچویں صدی کی بدعت ہے۔ اس فقرہ

پنجم میں ساتواں دلیرانہ افترا و مغالطہ آمیز مکر و خداع یہ ہے جو کہا گیا ہے۔ کہ خدا کی شبیہ تو دوسرا خدا ہی نہیں الخ حالانکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ کو جیسی نور کی مثال بنا کر اسکے تین حصہ مساوی کئے ہیں جنمیں سے کوئی چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے نہ پیچھے اور یہ عموماً تثلیثی عیسائیوں کا خدا کی نسبت عقیدہ ہے کہ وہ وَن آف تھری اَنگل گاڈز یعنی تین مساوی درجہ کے خداؤں میں سے ایک خدا اس عقیدہ کے ساتھ یہ کہنا کہ خدا کی شبیہ دوسرا خدا ہی نہیں کذب و مغالطہ و مکر و خداع نہیں تو اور کیا ہے عیسائیوں کے اعتقاد میں خدا کی تین الگ الگ اشخاص ہونگی تشریح آئندہ جواب جوابات اعتراضات قرآنیہ میں بھی ہوگی۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ تثلیث ایک بھید ہے۔ اور پھر اسکی تشریحیں از خود کرنا ہی ایک مغالطہ و دھوکہ ہے جس چیز کو بھید خدا کا کہا جاتا ہے اسکی تشریح بجز اس خدا تعالیٰ کے جسکا وہ بھید ہو کون کر سکتا ہے عیسائی عقل و انصاف سے کام لیکر یا تو تثلیث کو الٰہی بھید کہنا چھوڑ دیں یا اسکی کوئی تشریح از خود نہ کریں۔ قرآن مجید و توریت و انجیل پر افترا پردازی ان حضرات کا بیان ہو چکا ہے تو اب ہم ان حضرات کے اُن لن ترانیوں کے جواب دیتے ہیں جو الوہیت مسیح پر اعتراضات قرآنیہ کے جواب میں ان سے عمل میں آئی ہے اول مثال مذکور کے متعلق افترا پردازی کے بعد راقم مضمون نے کہا ہے۔ اس چراغ والی مثال کی روشنی کے آگے وہ ساری اعتراضات تاریکی کی طرح دور ہو جاتے جو کہ قرآن کے مصنف نے ثالوث مقدس کی وحدانیت کا بھید نہ سمجھنے کے سبب مسیح کی الوہیت و ابنیت پر کئے ہیں۔

اعتراض (۱) خدا کا بیٹا کہاں سے ہو۔ اور کیونکر ہو جبکہ اسکی کوئی جورو ہی نہیں (سورہ انعام ۱۳ ع ۱۰۱۔ آیت) **جواب** ضروری نہیں کہ چمنی کے اندر والا نور چمنی کے ساتھ نکاح پڑھائے پھر اسکے ساتھ جماع کرے تب ۹ مہینے کے بعد چمنی کی موٹائی کے اندر باپ سے الگ ایک بیٹا نور پیدا ہو۔ **جواب الجواب** چمنی کے جوف والا اور اسکی موٹائی کے اندر والا اور چمنی کے باہر والا تینوں جیسے مخلوق یا در حدود اور لیمپ کے بتی کے ساتھ قائم ہیں ایسے حقیقی نور (خدا تعالیٰ) کی جو بذات خود قائم ہے مثل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ قرآن نے ان تینوں کو

خدا تعالیٰ کی مثل بتایا ہے عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ حمنی کی نور کو خدا تعالیٰ کی مثل قرار دیا ہے۔

ایک مخلوق و محدود و قایم بغیر کو خدا تعالیٰ کی رجو مخلوق نہیں بلکہ خالق ہے محدود نہیں بلکہ لامحدود ہے قایم بغیر نہیں بلکہ بذات خود قایم ہے مثل قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جنکا دل تثلیث کی تاریکی سے سیاہ ہو چکا ہے اور آفتاب توحید ان خفاش سیرت کو نظر نہیں آتا۔

جب ایک چیز کو دوسری سے مولود کہو گے تو ضروری ہے کہ انمیں شرعی نہ سہی قدرتی ہی سہی ازدواج ہو جو عموماً حیوانات و نباتات میں بلا واسطہ یا بواسطہ ہوا اور مکھیوں کی وقوع میں آتا ہے پھر ایک کے انشقاق و انتفاخ سے دوسرا متولد ہوتا ہے اور جس حالت میں خدا تعالیٰ ان لوازم جسمیہ سے منزہ و پاک ہے۔ لہذا اسکی طرف توالد و مولود نسبت کرنا کمال ظلم اور افترا ہے

اور اسی پر خدا تعالیٰ کی یہ حجت کہ اسکا بیٹا کیونکر	اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ (انعام ۔ ۱۳۶)

ہو اسکی جورو تو ہے ہی نہیں۔ قطعی طور پر قایم ہے مسٹر اکبر مسیح پر افسوس ہے کہ یونی ٹیرین ہو کر انہوں نے قرآن کی اس استدلال کو نہیں سمجھا۔ اور ضمیمہ تنقیح تثلیث الوہیت مسیح الٹا قرآن پر الزام قایم کیا کہ قرآن نے مسیح کی ابنیت کے مفہوم کو نہیں سمجھا تب ہی یہ استدلال پیش کیا۔

عیسائیوں میں اگر مسیح کو صرف ابن کہا جاتا نہ مولود از خدا تو قرآن مجید انکے مقابلہ میں یہ استدلال نکرتا۔ اور یہ تسلیم کر لیا جاتا کہ انکے قدیم محاورہ اور بول چال میں ابن کا اطلاق مجازاً محبوب پر بھی ہوتا ہے۔ جو مسیح اور مسیح کے علاوہ عام ہدایت یافتہ اشخاص کے حق میں پایا گیا ہے۔ مگر جب انہوں نے یہ غضب ڈھایا کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کا ولد اور مولود ہی بنا دیا تو قرآن مجید کو استدلال کا حق پیدا ہو گیا۔ کہ خدا کی جورو نہیں تو ولد کیونکر ہوا۔

اس استدلال قرآنی کو یوحنا (۱۳-۱) کا یہ قول کہ وہ لہو سے نہ جسم کی خواہش سے نہ مرد کی خواہش سے مگر خدا سے پیدا ہوئے ہیں محل اعتراض نہیں بتاتا۔ کیونکہ یہ قول عام لوگوں کی بنسبت ہے جو خدا کے فرزند کہلاتے ہیں چنانچہ یوحنا (۱-۱۲) میں ہے ۱۲ جنہوں نے

اسے قبول کیا اُسنے انہیں اقتدار بخشا کہ خدا کے فرزند ہوں یعنی انہیں جو اسکے نام پر ایمان لائے"۔ اور انکے خدا سے پیدا ہونیکے یہی معنی متعین ہیں۔ کہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ ان معنی کر خدا کا فرزند ہونا اُسی مجازی محاورہ کی رو سے خدا کا محبوب ہونا ہی مسیح کو عیسائی خدا کا ولد اور مولود بتاتے ہیں جو جوُرو ہونیکا مقتضی ہی۔ یا جورو کی مانند اور محل تولّد ہو۔ جو عموماً حیوانات و نباتات میں پایا جاتا ہے۔ لہذا استدلال قرآن بلا معارضہ صحیح ہے۔ اور بالکل صحیح مسٹر اکبر مسیح پر اس سے بڑھکر یہ افسوس ہے۔ کہ وہ برہمو ازم کو اسلام پر اس دلیل سے ترجیح دیتے ہیں۔ کہ برہمو عیسائیوں سے سیکھ کر مسیح کو خدا بیٹا اور خدا کو سب کا باپ کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ آپس میں اخوت کی نسبت کا خیال کر کے محبّت رکھتے ہیں۔ اور محمّدی خدا کو صرف حاکم اور ایک شخصی بادشاہ سمجھکر اس سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اسکو ابّا کہکر اباپ سمجھکر اس سے باپ کی سی محبت نہیں رکھتے اور نہ تمام بنی آدم سے اسکو اپنے باپ (خدا) کے بیٹے اور اپنے بھائی سمجھکر ان سے بھائیوں کی سی محبت رکھتے ہیں۔

افسوس مسٹر اکبر مسیح کو اسلام کے ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو قرآن کی شرح ہے کافی نظر نہیں ہے اسلام نے ماں باپ سے بڑھکر خدا تعالیٰ کو رحم اور محبت کرنیوالا بتایا ہے قرآن میں خدائے تعالیٰ کا ایک نام وَدُوْدْ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ محبّت کرنیوالا۔

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَدُوْدٌ (ھُوْد ع ۸)
وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْد (بروج ع ۱)
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنَّ لِلّٰہِ مِا ئَۃَ رَحْمَۃٍ اَنْزَلَ مِنْھَا
رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
وَالْبَھَائِمِ وَالْھَوَامِ فَبِھَا یَتَعَاطَفُوْنَ

حدیث نبوی میں خدا کے رحم و محبت کی یہ شرح ہوئی ہے کہ جسقدر رحمت تمام مخلوق میں رجن میں جنوں انسانوں کے ساتھ حیوانات اور درندے بھی اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں شریک ہیں) پائی جاتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا سواں حصہ ہے خدا تعالیٰ نے اس

وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَتَعَطَّفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَاخَّرَهَا تِسْعًا وَتِسْعِينَ يرحم بها عباده يوم القيامة (صحیح مسلم ۲۵۶)

قدم على رسول الله سبي فاذا امرأة من السبي تبتغي اذا وجدت صبيًا في السبي اخذته فالصقته ببطنها وارضعته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اترون هذه المرأة طارحة ولدها في النار قال لا والله وهي تقدر ان لا يطرحه فقال الله ارحم بعباده من هذه بولدها (صحیح مسلم ص ۳۵۶)

إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي (صحیح مسلم ۳۵۶ و صحیح بخاری ص ۱۱۱۰)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات ع)

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (ممتحنه ع ۲)

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ (نساء ع)

ان عبد الله بن عمر ذبحت له شاة

کے ننانویں حصے قیامت کے دن بندوں پر رحمت کریگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت میں قیدیوں میں ایک عورت اپنے بچے کی تلاش میں پھرتی تھی جب وہ اسکو ملگیا تو اُسنے پیٹ سے لگالیا آنحضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالیگی اصحاب نے کہا کہ مقدور ہوتے نہ ڈالیگی۔ آنحضرت نے فرمایا بخدا خدا تعالیٰ اس عورت سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے یعنی جہانتک اسکے قانون میں گنجائش ہوگی کسیکو آگ میں نہ ڈالیگا۔ اور حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ سے بڑھکر ہے اور قرآن میں کل مومنوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بلکہ مومنوں کے علاوہ ان کافروں کے جو مسلمانوں کو امن دیکر اپنی ملک میں رکھیں یا انکے ساتھ رہیں بھی نیکی و سلوک کا حکم دیا ہے خصوصاً جو ہمسایہ ہوں گو وہ دین کی جہت سے نہ ستائیں اور قرآن میں ہمسایوں سے سلوک و احسان کا حکم تاکید سے ہوا ہے۔ جو تمام لوگوں کو کیا مسلم ہوں خواہ کافر۔ پرہیزگار ہوں خواہ بدکار دوست ہوں خواہ دشمن شامل ہے اس نظر سے حضرت ابن عمرؓ صحابی کے

فِی اَھْلِہٖ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ اَھْدَیْتُمْ لِجَارِنَا
الْیَھُوْدِیِّ؟ اھدیتم لجارنا الیھودی؟ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوصِی
بالجار حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سیورثہ (ترمذی
صفحہ ۱۶ جلد ۲)
والقدر المرفوع منه (فی البخاری ص۸۹)
واسم الجار یشمل المسلم والکافر والعابد
والفاسق والصدیق - وقد حمله ابن عمر
علی العموم فامر لما ذبحت له شاة
ان یھدی لجارہ الیھودی (فتح الباری)
قال رسول اللہ صلعم لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس (بخاری مسلم مشکوۃ ص۴۲۳)
قال رسول اللہ صلعم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق
الی اللہ من احسن الی عیالہ مشکوۃ ص۴۲۵
عن ابی ھریرۃ کان رجلا سقی الکلب فشکر اللہ
له فغفر له قالوا یا رسول اللہ صلعم ان لنا فی البھائم
اجرا؟ قال فی کل کبد رطبة اجر
وعن اسماء قال رسول اللہ صلعم
دنت منی النار فاذا امرأة حبست
تخدشها هرة - قال ماشان
هذه الهرة قالوا حبستها حتی ماتت
جوعا (بخاری ص۲۱ وغیرھا)

گھر میں بکری ذبح ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے
یہودی ہمسایہ کو گوشت بھیجا ہے؟
ایک حدیث نبوی میں عام لوگوں کا فرق خاص مومن
کی نسبت کہا گیا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا
خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ ایک حدیث نبوی میں لوگوں کے
علاوہ مخلوق کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ سب
مخلوق خدا کا عیال (وکنبہ جسکو وہ پالتا ہے)
لہذا خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو خدا
کے عیال کے ساتھ احسان کرے۔ ایک حدیث
نبوی میں بیان ہے کہ ایک شخص نے پیاسے
کتے کو پانی پلایا تھا اسکی وجہ سے وہ بخشا گیا۔
یہ حدیث سنکر لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا
کہ ہمکو جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر ہے تو آپ نے
فرمایا ہر تر (زندہ) کلیجہ پر رحم کرنے میں اجر ہے
اور ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ایک عورت نے
بلی کو باندھ رکھا اور وہ بھوک سے مرگئی اس پر
عذاب ہوتا آنحضرت صلعم کو دکھایا۔
ان آیات اور احادیث میں جو اسلام
و مسلمانوں میں طبقہ اعلیٰ کی صحیح حدیثیں تسلیم
کی جاتی ہیں۔ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ
اسلام نے خدا تعالیٰ کو باپ سے بڑھکر مہربان

قرار دیکر نہ صرف بنی آدم میں (مومن ہوں خواہ کافر) رشتۂ اخوت قایم کردیا ہے۔ بلکہ حیوانات اور درندوں کتے بلیوں تک رحم و محبت کرنیکا حکم دیا ہے مسٹر اکبر مسیح نے ان آیات و احادیث سے غافل و بیخبر ہونے کی وجہ سے اسلام کو تعلیم اخوت سے خالی سمجھکر عیسائیت اور برہموازم کو تعلیم ابوت خدا و بنوت بنی آدم کے سبب جو ان مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اسلام پر ترجیح دی ہے۔ اب ان آیات و احادیث کو پڑھکر مسٹر اکبر مسیح بتادیں۔ کہ خداتعالیٰ میں اور اسکی مخلوقات میں رحم و اخوت کا تعلق پیدا کرنا خدایتعالیٰ کو مخلوقات کا رب (پروردگار) اور رحیم اور ودود مان لینے اور تمام مخلوقات کو اس کا عیال سمجھکر اپنا ہم جنس خیال کرلینے سے (جیساکہ اسلام نے سکھایا ہے۔ آسانی اور ایسی خوش اسلوبی سے ہو سکتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا شبہ یا عیب خدایتعالیٰ کی نسبت کسی کے خیال میں نہیں گذرتا) یا اس تعلق کو پیدا کرنیکے لئے خداتعالیٰ کو باپ بتانا اور مسیح کو اُس کا اکلوتا بیٹا۔ اور درجہ اول کا فرزند بنانا۔ اور دوسرے نیک بندوں کو (نہ کافروں کو) کیونکہ کافر لوگ عیسائی مذہب میں ہلاکت کے فرزند ہیں۔ نہ خدا کے فرزند۔ (روم $\frac{9}{12}$) کو دوسرے درجہ کے بیٹے بنانا ضروری ہے۔ (جس سے ذات خدایتعالیٰ کی نسبت والد و مولود کا عیب لگا۔ پھر چوتھی صدی عیسوی میں (۳۲۵ء میں) کونسل نائس میں خدایتعالےٰ کی الوہیت میں اس کے ایک ہم ذات اور ہم کفو بیٹے کو اس کا شریک بنانے کا بہتان قایم ہوا۔ اور خدا واحد کا تثنیہ تجویز ہوا پھر ۳۸۱ء میں روح القدس کی الوہیت کا بہتان قایم ہوا۔ اور اس تثنیہ کے بعد تثلیث قایم ہوئی۔ اور پانچویں صدی

میں وہ عقیدہ اتھانیسس قرار پایا۔ اور ان بہتانوں کو دُور کرنے
اور اس ثنیہ اور تثلیث کو باطل کرنے کے لئے آپ کو
کتاب تنقیح الوہیت مسیح و تثلیث تالیف کرنی پڑی۔ اگر ضروری
ہے۔ تو کیوں اور کِس وجہ سے؟ مسٹر اکبر مسیح ہم کو اس سوال
کا جواب دیں۔ اور ضرور دیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں اس استدلال قرآنی پر کہ خدا
کا بیٹا کیونکر ہو۔ اس کی جورو تو ہے ہی نہیں۔ ایک یہ اعتراض
بھی کیا ہے۔ کہ اسلام میں خدا تعالےٰ کا ہاتھ بیان ہوا ہے*
اس پر یہ سوال کیوں نہ ہوا۔ کہ اس کا کندھا تو ہے ہی
نہیں۔ ہاتھ کیونکر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں قرآن
میں خدا کے ہاتھ اور آنکھیں۔ سُننا۔ دیکھنا۔ اور خدا تعالیٰ
کا غصہ اور رحم وغیرہ صفات بیان ہوئے ہیں۔ وہاں ایک جامع
آیت میں صاف فرما دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ ع-۲)

کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ سُننے دیکھنے والا ہے۔ جس
نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ

کی نسبت جو صفات و الفاظ تشبیہی وارد ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کی مماثلت مخلوقات
سے ہرگز مراد نہیں۔ اور نہ ان کی حقیقت صفاتِ مخلوق کی حقیقت
سے مشابہ ہے۔ وہاں صرف نتیجہ اور افعال میں تشبیہ ہے۔ اُسکا ہاتھ وہ ہے جسکا نتیجہ
آسمان و زمین و غیرہ مخلوق کو بنانا ہے۔ اور اسکی حقیقت اس ہاتھ کی مانند نہیں جو
کندھے کو چاہتا ہے۔ اسکی آنکھیں وہ ہیں جن کا فعل انکشاف مبصرات

ہے۔ اور اس کی حقیقت اُس آنکھ کی مانند نہیں ہے۔ جو سیر کو چاہتی ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

عیسائی مذہب کی جن کتابوں میں مسیح کو خدا تعالےٰ کا ولد مولود کہا گیا ہے۔ اگر وہ کتابیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتیں۔ اور یہ الفاظ خدا تعالےٰ کے ہوتے۔ تو وہاں بھی اس آیت قرآنی کے مضمون کی کوئی ایسی آیت ہوتی جس میں تصریح ہوتی کہ خدا کا ولد مولود ہے۔ پر نہ ایسا جیسا کہ انسان یا حیوان یا نباتات کا ہوتا ہے۔ اِس صورت میں نہ اس کے ولد مولود کی نسبت انسان یا حیوان یا نباتات کی مانند مولود ہونے کا کسی کو خیال پیدا ہوتا۔ اور نہ قرآن اس کے مقابلہ میں استدلال قایم کرتا کہ اس کی جورو نہیں۔ تو اس کا ولد کیونکر ہو سکتا ہے ان کتابوں کے مصنفوں نے خدا تعہ کے لیے ولد مولود کا لفظ تو گھڑ لیا مگر اسکے ساتھ ایسا لفظ جس سے مخلوق سے اسکی مماثلت کی نفی ہو درج کرنا بحکم "دروغ گورا حافظہ نباشد" بھول گیا۔ تو انکا خدا تعہ پر یہ افترا کرنا اس اعتراض کا محل بن گیا سچ کہا گیا ہے "عیب کرنیکو بھی ہنر چاہیئے"۔ اس مماثلت کی مٹانیکو جو یوحنا کا قول مسٹر اکبر مسیح نے نقل کیا ہے وہ اس آیۃ قرآنی کا مضمون ادا نہیں کرتا جسکا بیان مفصل اوپر ہو چکا ہے مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں کئی اور جگہ ایک یہ غضب ڈھایا ہے اور آنحضرت صلعم پر یہ اتہام باندھا ہے کہ آنحضرت یہودی عیسائی موحدوں کے شاگرد و متعلم تھے اور وہ لوگ آپکی دینی معلم رصفحہ ۵ تنقیح وغیرہ)۔ یہ افترا و اتہام آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی آپ پر لگایا گیا تھا اور اسکا جواب خدا تعہ نے اسی وقت دیدیا تھا۔ اس مقام میں ہم اسی جواب کو معہ تشریح نقل کرتے ہیں سورۂ نحل میں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ نحل ع ۱۴ ترجمہ البتہ ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکو (ہمارے رسول کو) کوئی آدمی تعلیم کرتا ہے۔ اور وہ یہ بیٹھ کر اعتقاد کرتے کہ وہ جس شخص کیطرف اس تعلیم کو

کلام عجمی (غیر عربی) ہے اور یہ قرآن کلام عربی ہے۔ وہ باتیں ظاہر کرنیوالا جنکی ان معلموں کو خبر تک نہیں۔ اور اگر ہے تو اسمیں انکا اختلاف ہے جس کا فیصلہ یہ قرآن کرتا ہے اور اسوجہ سے یہ رسول ان لوگوں کا معلم ٹھیرا۔ نہ اُنسے تعلیم حاصل کرنیوالا۔ اور یہ قرآن پچھلی کتابوں کا محافظ و رقیب ٹھیرا نہ اُن سے ماخوذ و مستفاد۔ اس مضمون کو دوسری آیت میں اس پیرایہ میں ادا کیا ہے کہ یہ قرآن

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (النمل ع ۶) و قرآن مبین (الحجر ع، یٰس ع ۳)	بنی اسرائیل کی اکثر باتوں کو جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان اور فیصلہ کرنیوالا ہے۔ اور اسی معنے سے کئی جگہ قرآن کو بیان کرنیوالا کہا گیا ہے۔

جو احکام کتاب حلال و حرام کے بیان کے علاوہ اختلاف اہل کتاب کے بیان کرنے کو بھی شامل ہے۔ اس معنی سے اس قرآن کو مُہیمن یعنی پہلی کتابوں کا مصدق و محافظ و رقیب کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ ع ۷)	ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے پہلی کتابوں کو (تحریفات یہود و نصاریٰ سے چھانٹ کر) سچا کرنے والی اور ان پر رقیب و محافظ۔

اس سوال و جواب کو اور جگہ اس پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان ع ۱)	"یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلوں کی کہانیاں ہیں اسنے لکھالی ہیں جو صبح شام اس کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو کہدے یہ قرآن اس نے اتارا ہے جو زمین و آسمان میں بھیدوں کو جانتا ہے۔ (یہود و نصاریٰ تو ایک طرف رہے۔ اُن بھیدوں کو زمیں آسمانوں میں کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ وہی جانتا تھا۔ جسنے وہ بھید اُتارے ہیں لا اسلئے) کہ وہ معاف کرنے والا رحم والا ہے۔"

خدا تعالیٰ کا یہ جواب جو کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے مسٹر اکبر مسیح کی بہتان

تعلیم کا پورا جواب ہے۔ مگر شاید وہ اس جواب پر واقعات سے شہادت طلب کریں۔ اور یہ سوال کریں کہ وہ کونسے مسائل و احکام و اسرار ہیں جو اہل کتاب جانتے تھے۔ یا ان میں باہم اختلاف رکھتے تھے۔ اور قرآن اور آنحضرت صلعم نے انکو بیان کر کے فیصلہ کیا ہے۔ اور وہ یہود و نصاریٰ کے استاد بنے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہیں دو نہیں بیسیوں ہیں۔ مگر اس مقام خطاب پروٹسٹنٹ میں انکا بیان اجنبی ہے۔ سر دست ہم اسی مسئلہ توحید کو پیش کرتے ہیں جسپر یونیٹیرین (توحیدی عیسائیوں) کو ناز ہے۔ جس طرز و توضیح و تفصیل سے قرآن نے اس توحید کو بیان کیا ہے۔ کہ نہ تو خدا کی ذات میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک و ہمتا ہے۔ نہ صفات میں نہ استحقاق عبادت میں۔ اس توضیح و تفصیل سے وہ توحیدات ثلثہ کو توریت اور انجیل اور اسکی حواشی سے بلا مزاحمت تعارض و تناقض نکال دیں۔ اسکے بعد ہم اور احکام و اسرار کو پیش کرینگے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود و نصاریٰ کا اور قرآن کا پہلی کتابوں کا استاد ہونا ثابت ہوگا نہ شاگرد ؎ کجا بودا شہب کجا تاختم۔ خطاب تو پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے تھا اور میں چلا کہاں گیا۔ آخر اب میں پھر انہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

۱ اعتراض اول اور اسکے جواب کے بعد اس مضمون میں کیا ہے۔

اعتراض ۲۔ مسیح اللہ نہیں۔ کیونکہ اللہ اگر اس کو ہلاک کر ڈالنا چاہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

جواب۔ نور تاریکی کو فنا کر سکتا ہے۔ اپنی ذات کو نہیں۔ چمنی کے جوف کے اندر کا باپ نور چمنی کی موٹائی کے اندر والے بیٹے نور کو ہلاک نہیں کرتا۔

جواب الجواب

چمنی کے اندر والا نور بذاتِ خود قایم نہیں بلکہ وہ چراغ کی بتّی اور اسکے تیل سے قایم ہے۔ جب تیل کم ہوا اور چراغ گل ہو۔ تو چمنی کے جوف والا نور بھی کافور ہوا اسکے کافور ہونے سے چمنی کی موٹائی کے اندر اور چمنی کے باہر والے نور بھی دور ہوئے اور تاریکی چھا گئی۔ ان میں سے کوئی نور بھی اس حقیقی نور کی جو بذاتِ خود قایم ہے مثل نہیں ہے

وہ جس نور کی مثل ہے۔ وہ خدا کی مخلوق ہے۔ اور خدا کا عطیّہ اور اس کے نور کا ظل جو بحکم کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ زوال پذیر ہیں۔

اعتراض ۳۔ وہ کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ کھانا کھاتا تھا۔ عیسائیوں کو جو عربیت کا مذاق نہیں رکھتے معلوم نہیں کہ کھانا کھانا کنایہ ہے پاخانہ پھرنے سے۔ لہذا صحیح مفاد اس دلیل کا یہ ہے کہ وہ پاخانہ پھرتا اور پیشاب کرتا تھا۔ اور کھانے موتنے والا شخص کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔

جواب

چمنی محتاج ہے۔ کہ خاک سے بنے اور کہ لیمپ اس کو اٹھا رکھے۔ مگر اس چراغ والی مثال میں نور بذاتِ خود قائم ہے۔ آگ کا محتاج نہیں۔ مسیح کا جسم کھانے کا محتاج تھا اس کی الوہیت کا نور کھانے سے قائم نہیں تھا۔ چمنی میں سے نور کا گذرنا نور کو چمنی کا محتاج نہیں بناتا۔ اور نہ ہی چمنی کے ٹوٹ جانے سے نور تاریکی بن جاتا ہے۔ محمدی صاحبان خود ہی کہہ رہے ہیں۔ شعر

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں ✤ لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

جواب الجواب:۔ چمنی کو تو تمنے محتاج مان لیا ہے۔ لیمپ جس میں وہ چمنی دہری ہے۔ چمنی کی طرح طاق کا محتاج ہے جس میں وہ رکھا ہوا ہے۔ ان دونوں کا محتاج ہونا اور محدود ہونا بتا رہا ہے۔ کہ جو نور ان میں نظر آ رہا ہے۔ وہ اس نور حقیقی کے جو قائم بذاتِ خود ہے۔ مثال نہیں ہے۔ اور نہ وہ نور الوہیّت ہے۔ بلکہ وہ عطیہ اور مخلوق الٰہی ہے۔ جو نورانی بندگانِ خدا کو عطا ہوتا ہے۔ اور وہ نور چمنی اور لیمپ اور طاق اور تیل سب کا محتاج ہے۔ ان میں سے ایک کوئی فنا ہو تو وہ نور فنا ہو جاتا ہے۔ مسیح کی مسمی وسصداق میں اگر اس کا جسم ہی شامل و داخل تھا۔ تو تمہارے اعتقاد کے مطابق مسیح دو چیز سے مرکب ٹھیرا۔ ایک الوہیت دوسری انسانیت۔ اور یہ لوازم حدوث و افتقار و احتیاج ہیں۔ اور ایسا خدا جو حادث وغیر حادث سے مرکب ہو خدائی کے لائق نہیں ہوتا اور وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ شاعر محمدی نے جو شعر کہا ہے اسمیں آدم کو خدا کی اُس

نور کا فیض واثر قرار دیا ہے۔ جو اس کی ہر ایک مخلوق کو پہنچا ہے۔ اور تب ہی وہ وجود میں آیا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام میں خدا کے اس نور کا فیض پایا جانا تجویز کیا جائے تو اس میں کسی محمدی کو کلام نہیں ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔

اعتراض ۴۔ قرآن کا مصنف خیال کرتا ہے۔ کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور اس واسطے وہ ان کو منع کرتا ہے۔ کہ تین خدا مت کہو۔ اور اس پر یہ دلیل دیتا ہے۔ (۱) خدا کے ساتھ اور خدا ہوتے تو بعض بعض پر چڑھائی کرتے (۲) وہ صاحب عرش کے ساتھ جھگڑے کی راہ ڈھونڈتے۔ (۳) تب آسمان و زمین تباہ ہو جاتے۔

جواب

عیسائی کبھی الگ الگ تین خدا نہیں مانتے۔ وہ ثالوث مقدس میں توحید اور توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں۔ جو کہ تینوں ذات وصفات میں ایک ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر غلبہ نہیں چاہتا۔ اور نہ ایک دوسرے کے انتظام کو تباہ کرتا ہے کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا۔ کہ چمنی کی موٹائی کے اندر کا نور یا چمنی کے باہر کا نور چمنی کے جوف کے اندر والے نور کے دشمن بنکر اس کو دور کرنے کے واسطے جھگڑے کی راہ پکڑتے ہوں۔ یا ان تینوں نوروں سے ایک دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو یا ان کا اس میں نفاق ہو۔ اور اس نفاق کے باعث لیمپ تباہ ہو گیا ہو

جواب الجواب

یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ محض دروغ بے فروغ اور الفاظی گلٹ سازی ہے۔ دیگر ہیچ۔ عیسائیوں کے تین خدا الگ الگ اقنوم یعنی شخص و شخصیت رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک اقنوم کے (یعنے شخص) کے نام واحکام وصفات وخواص جدا گانہ ہیں شکل جدا گانہ عیسائیوں کے نزدیک اقنوم (شخص) اول کا نام خدا اور باپ ہے۔ اور اس کا وصف ابوت اور خالقیت اور تولید اور اس کی شکل جسمانی آنکھ سے کسی نے نہیں دیکھی۔ مگر بت پرستوں نے بنا کر دکھائی ہے۔ جو ماخذ التثلیث کے صٓ ۵۴

میں منقول ہے۔ اقنوم (شخص) دوم کا نام عیسیٰ مسیح اور اس کا وصف بنوت (بیٹا ہونا اور مولود ہونا)، اور شکل انسانی جو عام انسانوں کے دیکھنے میں آئی ہے سوم کا نام روح القدس اور صادر یا مستخرج اور اس کا وصف صادر ہونا ہی اور اس کا کام خدا کی طرف سے مسیح کا پیغام لانا۔ اور شکل فاختہ یا کبوتر کی ہے۔ اس کا ذکر بھی ماخذ التثلیث کے صفحہ ۵ میں ہوا ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائی اگر اس کتاب کو جو ایک توحیدی عیسائی کی تصنیف ہے نہ مانیں تو لوقا ۲۲/۳ میں روح القدس کا کبوتر کی شکل میں ہونا تو انکو ماننا پڑیگا۔ جس سے اس کی شکل کا شکل اقنوم اول و دوم سے جداگانہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس امتیاز صفات و اشکال کے ساتھ کہ" ایک باپ ہے اور دوسرا بیٹا اور تیسرا کبوتر یا فاختہ کی شکل میں باپ کی طرف سے بیٹے کے واسطے شہادت اور تسلی لانیوالا اور بیٹا اقرار کرتا ہے کہ باپ مجھسے بڑا ہے۔ اور میں اس سے کمتر ہوں۔ اور میں جو اقتدار حاصل کیا ہے۔ خدا سے کیا ہے۔ اور وہ عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کرتا ہے۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یہ پیالہ موت صلیبی مجھے ٹال دے۔ اور خدا تعالیٰ اس پیالہ کو نہیں ٹلاتا عیسائیوں کا یہ کہنا۔ کہ وہ الگ الگ تین۔ اقنوم نہیں مانتے۔ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جھوٹ بول کر لوگوں کو بہکانا۔ اور دام میں لانا نہیں تو جھوٹ بولنا کس چیز کا نام ہے۔

چمنی کے نور کی مثال جو بار بار پیش کی جاتی ہے۔ اس کا بارہا جواب دیا گیا ہے کہ اس چمنی میں جو نور ہے۔ وہ اس نور حقیقی کی جو قایم بذات خود ہے مثال نہیں ہے۔ بلکہ اُس نور کی مثال ہے۔ جو خدا کی طرف سے اس کے نیک بندوں کو عطا ہوا ہے۔ وہ نور مخلوق ہے۔ اور محدود اور قایم بذاتِ غیر ہے۔ اس کے تینوں حصّوں میں کمی و بیشی ہے۔ اور ان کی نسبت بارہا بہت لوگوں کے مشاہدہ میں آگیا ہے کہ مقدار مُناسب سے زیادہ بتّی نکل جاتی ہے۔ تو بھب بھب کر کے وہ چمنی کو توڑ دیتی ہے۔ بلکہ لیمپ بھی اُس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور آخر جب بتّی جلکر خاک ہو جاتی ہے۔ تو وہ چمنی کا نور خود ہی کافور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باقی دو نور بھی فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسی ظنی مثالیں

خدا باقی کے شان کے شایاں نہیں ہیں۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ قرآن مجید نے خدائے واحد کو جو حقیقی نور ہے۔ اور بذاتِ خود قایم ہے۔ چمنی والے نور سے تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے نور یافتہ بندوں کو تشبیہ دی ہے۔ عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ تشبیہ و مثل کو خدا کی مثل قرار دیا ہے۔ اخیر مضمون میں اِن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تابعین مسلمانوں پر یہ طعنہ زنی کی ہے۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو جو حقیقی نور ہے۔ نہیں دیکھا۔ چنانچہ صحیح مسلم سے ابو ذر سے منقول ہے۔ کہ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ یعنے خدا نور ہے۔ میں اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور یہ بھی انہوں نے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ ایسا ہی ایک اسلامی شاعر مرزا بیدل نے کہا ہے۔ اور مسیح اور ان کے تابعین کی نسبت یہ لاف زنی کی ہے۔ کہ مسیح نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور وہ جس کو چاہے۔ دِکھا سکتا ہے۔ پھر اس سے تناقض و متضاد یہ بھی لاف زنی کی ہے کہ مسیح خود نور تھا۔ اور اس کے مومن جس کو وہ روح القدس دیتا ہے کہتا ہے تم خود دنیا کے نور ہو۔ جو خوش ہو کر کہتے ہیں۔ ہماری شراکت باپ کے ساتھ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ ہے۔ اور اس لاف زنی کے ثبوتِ تائید میں حوالجات ذیل کو پیش کیا ہے۔ یوحنا ۸/۱۲ یوحنا ۱/۱ یوحنا ۱۲/۴۶ ا-لتا ۹/۴ یوحنا ۱۴/۱۰ و ۱۱ متی ۵/۱۴ افسیون ۵/۱۴ *

طعنہ زن کا جواب

جس کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر سے یہ روایت ہے کہ خدا نور ہے میں اُس کو کیونکر دیکھوں۔ اُسی صحیح مسلم میں بصفحہ ۹۸۔ اُسی روایت کے ساتھ دوسری یہ روایت بھی اُسی حضرت ابو ذر سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

رَأَیتُ نُوراً یعنی نور کو دیکھا - اور ان دونوں روایتوں کی باہم موافقت و تطبیق یون ہو سکتی ہے کہ جسم کی آنکھ سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا - (دل کی آنکھ وہی جس سے انسان سعید نیکی حالتیں بھی واقعات کو دیکھتا ہے جس سے نہ تو کسی مومن کو انکار ہے نہ کافر کو) چنانچہ اسی صحیح مسلم مین صفحہ ۹۸ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دو دفعہ دیکھا - اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے کہا ہے کہ جو قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ دل نے جھوٹ نہیں دیکھا - اور ایک مرتبہ اور بھی دیکھا - اس سے مراد آنحضرتؐ کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا ہے

عن عطاء عن ابن عباسؓ قال رَاٰہُ بقلبہٖ و عن ابی العالیہ عن ابن عباس قال مَا کَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَاٰی وَ لَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قال راٰہ بفوادہٖ مرتین صحیح مسلم صفحہ ۹۸ ھذا الذی قالہ ابن عباسؓ معناہ انہ راٰی النبی صلعم ربہ سبحانہ تعالیٰ شرح مسلم صفحہ ۹۸ جلد ا

لاف زنی کا جواب

جس شخص کو یوحنا ۱ باب ۹ آیت و یوحنا ۸ باب ۱۲ آیت و متی ۵ باب ۱۴ آیت مین نور کہا گیا ہے وہ خدا کی نیک بندے ہین پایا جاتا ہے اسکو نور مومن دیکھتا ہے مسیح کی اور اسکے تابعین کی اسکی رویت سے کیا خصوصیت ہے اور جو نور بذاتِ خود قائم ہے اور اس سے مراد خدا تعالیٰ و تقدس ہی کی ذات ہے اسکو مسیح کا یا اسکے متبعین کل دیکھنا ان حوالجات مین پایا نہین جاتا یوحنا ۱ باب ۳ آیت و یوحنا ۸ باب ۱۲ آیت و ۱۰ باب ۱۱ آیت مین اس نور کا ذکر تک نہین* ان آیتوں مین پہلی لاف زنی کی متضاد و متناقض دوسری لاف زنی پائی جاتی ہے کہ مسیح اور انکے تابعین خود نور ہین اسپر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر وہ خود نور ہین تو پھر انکا کسی نور کو دیکھنا اور جاننا کیا معنی رکھتا ہے دوسرا یہ کہ اس نور سے اگر حقیقی نور جو قائم بذاتِ خود ہے مراد ہے تو محض دروغ ہے حضرت مسیحؑ کے یہ شان ہرگز نہیں کہ انہوں نے ان معنی کر نور ہونیکا دعوی کیا ہو جیسی حالت میں اسکی برخلاف انجیل کی دو سو مقام مین انکے یہ دعوی پائے جاتے ہین کہ وہ باپ سے کمتر ہے اور اپنے نفس کیلئے خدا کا محتاج ہے اور تمام اختیارات انہوں نے خدا سے لئے ہیں درتنقیح صفحہ ۱۵۳ - اور اس دعوی دروغ کو انکے حق مین عیسائی اندھا دھند مان لین گے تو انکے تابعین کے حق مین اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور وہ ان معنی کو نور ہونے مین مسیح اور اسکے باپ کے شریک کیونکر ہو سکین گے جیسا کہ یوحنا ۱ : مین کہا گیا ہے اور اگر اس سے مراد وہی نور ہے جو تمام نیک بندگان و دیگر مخلوقات خدا مین خدا کی طرف سے پایا جاتا ہے تو پھر یہ لاف زنی عبث و فضول ہے مسیح اور اسکی تابعین کی اس نور سے کیا خصوصیت ہے خدا کی سبھی نبی و انکے برگزیدہ اس معنی کر نور ہین جو جہان کو روشن کر گئے ہیں -

* [illegible]

التماس بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب اور دیگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے ہماری ناصحانہ التماس ہے کہ اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں اور خدا تعالیٰ واحد قایم بالذات و قیوم عالم کی ذات و صفات میں اسکی جناب میں عاجزی کرنیوالے ایلی ایلی پکارنیوالے یسوع کو اسکا بیٹا اور شریک نہ بناویں۔ قرآن کی تعلیم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

ترجمہ: یعنی تو کہدے کہ اللہ ایک ہی وہ بے نیاز بے احتیاج ہے وہ نہ کسی سے جنا گیا اور نہ اُسنے کسیکو جنا اور نہ اسکا کوئی ہمتا اور برابر ہے۔ وہ فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو توریت و انجیل اور اسکے حواشی کی تعلیم منقولہ ذیل کو غور سے پڑھیں اور اس سے فائدہ اُٹھاویں۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا معبود نہ ہو اپنے لئے تراشی ہوئی صورت یا کسی کی مورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا اور تو انہیں سجدہ نہ کر (استثنا ۵ تا ۷ و ۸-۹) سن لے اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ (استثنا $\frac{6}{4\text{-}5}$) سب حکموں سے پہلے یہی ہے کہ اے اسرائیل وہ خداوند جو تمہارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔ (مرقس $\frac{12}{29}$) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھکو اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا $\frac{17}{3}$) مسٹر اکبر مسیح سے جو توحیدی عیسائی کہلاتے ہیں دوستانہ التماس ہے کہ وہ بھی ہمارے اس مضمون کو جو انکے خطاب میں ہے۔ توجہ سے پڑھیں اور مسیح کے بیٹے اور خدا کے باپ ہونے کے اعتقاد سے توبہ کریں یہی باپ بیٹے ہونے کی تعلیم ہے جسنے عیسائیوں سے توحید چھوڑائی اور تثلیث کی تاریکی انہیں پھیلائی جس سے آپکو خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ پھر آپ اسی ذریعہ تاریکی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اسکے انجام سے نہیں ڈرتے

الراقم ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ از بٹالہ

فٹ نوٹ: گھر میں لگی آگ کو بجھانا باہر کی آگ بجھانے سے مقدم ہوتا ہے۔ لہذا عیسائیوں وغیرہ مخالفین اسلام سے مخاطب ہونیکا ہمکو کم اتفاق ہوتا ہے۔ اسکی نوبت تب ہی آتی ہے جبکہ وہ لوگ ہمکو اسطرف توجہ دلاتے ہیں۔ بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب نے ہمکو ڈاکٹر برخوردار خان کا رسالہ بھیجا۔ تو ہمکو اسکا جواب دینا پڑا۔ دیکھیے اب عیسائی صاحب اسپر کیا نوٹس لیتے ہیں۔ جو صاحب اس باب میں کچھ خامہ فرسائی کریں۔ اس کی ایک کاپی مجھی بھی بھیجدیں۔ ۱۲